© rasailojaraid.com

مولانا سعید الرحمٰن علوی

آیت استخلاف کی روشنی میں

ایک من گھڑت اصطلاح کی حقیقت

قرآن مجید کی سورۃ نور کی آیت ۵۵ کے حوالہ سے اس وقت گفتگو مقصود ہے۔ جس کو بنیاد بنا کر ہمارے محترم بزرگ قاضی مظہر حسین صاحب نے "خلافت راشدہ موعودہ" کی اصطلاح وضع فرمائی اور وہ اپنی تحریرات مضامین اور رسائل میں اکثر اس کو استعمال فرماتے ہیں۔ بادی النظر میں ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ سیدنا الامام معاویہ بن ابی سفیان الاموی القرشی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خلافت راشدہ حقہ صادقہ کو "خلافت راشدہ" سے نکال باہر کیا جائے اور ثابت کیا جائے کہ خلافت راشدہ کا تعلق انہی پاکبازان امت کے ساتھ ہے جو اس وقت مسلمان تھے جب یہ آیت نازل ہوئی، بس وہی اس آیت کے مصداق تھے۔ انہی کی خلافت درست اور صحیح ہے اس کے بعد جو ہے وہ محض ایک گوارا خلافت ہے اور بس۔

محترم قاضی صاحب! حضرت الامام خلیفہ رابع و راشد سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں پیش آنے والے واقعات کا حوالہ دیکر خلیفہ راشد و سادس سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر اکثر و بیشتر غصہ جھاڑتے رہتے ہیں اور غالباً انہیں اس سے کوئی روحانی فائدہ میسر آتا ہے کہ وہ ایک نامور صحابی رسول، کاتب وحی، پیغمبر خاتم و معصوم آخر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کے برادر نسبتی، امت مسلمہ کے روحانی ماموں، بحری بیڑے کے بانی اور پیغمبر انسانیت کی دعا کے سبب ھادی و مھدی ہونے کی سعادت حاصل کرنے والے بزرگ کو ضرور خاطی ثابت کریں۔ حالانکہ حدیث کی بہت معروف و معتبر کتاب بخاری شریف میں حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ارشاد ان کے متعلق موجود ہے کہ "وہ فقیہ ہیں اور مجتہد" اور حضرت قاضی صاحب جیسے عالم و فاضل بزرگ خوب جانتے ہیں کہ ایک تو "مقام صحابیت" ہی بڑا مقام ہے اور کسی کو صحابی مان لینے کے بعد اس کے متعلق زبان و قلم کو منفی انداز سے حرکت میں لانا ہی صحیح نہیں بلکہ شدید جرم ہے پھر صحابیت کے ساتھ مجتہد ہونے کی سعادت بھی جسے میسر آجائے وہ نور علیٰ نور ہو جاتا ہے۔

ہم یہ بات عرض کرنا بھی لازم سمجھتے ہیں کہ حضرت محترم قاضی صاحب کے لئے ہمارے دل میں بڑا احترام ہے، اس لئے بھی کہ وہ ہمارے والد بزرگوار حضرت مولانا محمد رمضان علوی قدس اللہ سرہ العزیز کے ساتھی ہیں، اس لئے بھی کہ انہیں حضرت مخدومنا و مقتدانا شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ سے روحانی نسبت و تعلق ہے اور حضرت اقدس کے جانشین مرشدی مولانا سید اسعد زید مجدھم سے ہماری بیعت (۱۹۷۰) میں حضرت والد گرامی، استاذ مولانا محمد عثمان رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حضرت قاضی صاحب کی "شفاعت حسنہ" بھی شامل ہے۔ جس پر ہم ان کے حد درجہ ممنون ہیں۔ اس احسان شناسی کے جذبہ کے پیش نظر ہی ہم ان سے خط و کتابت کے ذریعہ استقامت علی الدین اور حسن خاتمہ کی دعائیں کرتے رہتے ہیں اور گاہ گاہ خود حاضر ہو کر بھی ان سے دعا کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

درخواست کرتے رہتے ہیں۔ ایک مرتبہ چکوال حاضری کے موقعہ پر سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مظلومانہ شہادت کے حوالہ سے گفتگو چھڑ گئی، ہم نے بڑے ادب سے عرض کیا کہ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شرف صحابیت حاصل ہے امیر یزید کو نہیں اس لئے ان کے باہمی تقابل کا سوال ہی نہیں ہاں یہ ضرور ہے کہ امیر یزید کو امیر المومنین اور خلیفۃ المسلمین ماننے والے صحابہ کرام کی تعداد کم نہیں صحابہ جیسے پاک بازان امت اور حامیان دین متین اور سرفروش حضرات کو امیر یزید کے معاملہ میں کوئی کوتاہی نظر آتی تو ممکن نہ تھا کہ وہ ہتھیار ڈال دیتے جن حضرات کی سرفروشی کی داستان مکہ سے مدینہ تک پھیلی ہوئی ہو۔ بدر و اُحد، حنین و تبوک کے میدان جن کی عظمت کے گواہ ہوں اور روم و ایران کی سپر پاورز جن کے جوتے کی ٹھوکر پر ہوں، جن کے قافلے چین و ہندوستان تک پہنچے ہوں، جنھوں نے نبی معصوم و مکرم ﷺ کی پیشین گوئیوں کا مصداق بننے کی غرض سے سیدنا عثمان کے دور سعادت سے لے کر سیدنا معاویہ کے دور تک (رضی اللہ تعالیٰ عنھما) سمندروں کے سینے چیرے ہوں، ان کی زبانوں کو "امیر یزید کی قوت و سطوت" گنگ کر سکتی تھی نہ ہی "اس کی توپ و تفنگ" ان کے قدم روک سکتی تھیں یہ بھی تو ہے کہ اس کی ولی عہدی سے اختلاف کرنے والے تین چار بزرگوں نے اس کے کردار کے حوالہ سے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ ان کے اختلاف کی نوعیت بالکل جدا تھی اور پھر اس کے خلیفہ بن جانے پر، ولی عہدی کے مرحلہ پر اختلاف کرنے والوں نے بھی اس کی بیعت کرلی اور سیدنا حسین سلام اللہ تعالیٰ علیہ و رضوانہ نے بھی ایک خاص موڑ پر "اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دینے" کی پیشکش کر دی۔ تو اب سیدنا حسین کی شہادت کے مسئلہ پر دیومالائی افسانہ نگاری کی ہم سب کو بیخ کنی کرنی چاہیے، اس موڑ پر تنہا سیدنا حسین کو بچاتے بچاتے ہم خود بہت سے دوسرے صحابہ کرام کے مقام کو مجروح کر دیتے ہیں، تو اگر دوسرا شیخین اور سیدنا عثمان کے دور میں صحابہ کے کردار کو مجروح قرار دے تو؟ میں نے اتنی تفصیل سے نہ سہی، بہرحال جو کہا، اس کا خلاصہ یہی تھا، مجھے حضرت محترم قاضی صاحب زید مجدھم ہی نے نہیں بلکہ اس ذوق کے مالک اور بھی حضرات نے یہی جواب دیا کہ ہمیں بزرگوں پر اعتماد کرنا چاہیے" میں نے ایسے ہر "ناصح مشفق" کو ایک ہی جواب دیا کہ آخر صحابہ بزرگ نہیں؟ اور ان سے بڑھ کر کوئی بزرگ ہے؟ مزید خاص ایسے حضرات کے لئے جو بات وہاں عرض کی اس کا دہرانا بھی فائدہ سے خالی نہیں۔۔۔ یاد پڑتا ہے کہ میں نے حضرت قاضی صاحب سے ان کے شیخ الشیخ فقیہہ عصر، محدث لبیب مولانا رشید احمد گنگوھی قدس اللہ سرہ العزیز کے فتوی کے متعلق عرض کیا جو مطبوعہ شکل میں فتاوی رشیدیہ، میں موجود ہے اور جس میں حضرت مولانا نے سیدنا حسین کے واقعات کو ایک تاریخی عنوان قرار دے کر واضح کیا ہے کہ یہ کلام و عقائد کا مسئلہ نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت مولانا کی چند سطریں بڑے بڑے دفاتر پر بھاری ہیں اور عقل مندوں کے لئے ان میں عبرت و بصیرت کا بڑا سرمایہ ہے اور ہاں جناب حضرت قاضی صاحب کے شیخ اور ہم سب کے مقتدا شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس اللہ سرہ العزیز کے مکتوبات میں (۴ جلدوں پر مشتمل علم و روحانیت کا عظیم سرمایہ) یزید کی ولی عہدی پر جو مکتوب ہے وہ بھی سرمہ بصیرت ہے بشرطیکہ کوئی بصیرت کا متمنی و طالب ہو، حضرت والا نے اپنے علم و روحانیت، قرآن فہمی و حدیث دانی اور فقہ و اجتہاد کے معلوم نہیں کتنے بڑے سرمایہ کو اس مکتوب میں سمو دیا ہے۔ بہرحال یہ باتیں تو محض تمہیدی تھیں، اصل قصہ سورۃ نور کی ایک آیت کا ہے جس کے حوالہ سے "خلافت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

راشدہ موعودہ" کی اصطلاح وضع کر کے ایک ایسی عمارت اٹھائی گئی جس کا حقائق سے کوئی تعلق نہیں۔
مولانا مودودی کی جماعت اسلامی نے ۱۹۶۴ء کے صدارتی انتخابات میں جنرل ایوب خان کے مقابل مس فاطمہ جناح کی تائید و حمایت کا اعلان کیا تو اس کے لئے مولانا مودودی اور ان کے رفقا کو "کچھ نئے اصول" بھی وضع کرنا پڑے۔

فراہی سکول کے نامور عالم مولانا امین احسن اصلاحی نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے لکھا تھا کہ

اس جماعت نے پہلے تو اسلام کے مختلف پہلوؤں پر بے شمار کتابیں لکھ لکھ کر چھاپیں ملک کے کونے کونے میں ان کو پھیلایا، اس کے کارکنوں نے لوگوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر وہ کتابیں مطالعہ کرائیں لیکن اب جبکہ اس کا اپنا ہی پھیلایا ہوا لٹریچر اس کے سیاسی اغراض کی راہ میں مزاحم ہو رہا ہے اور اسے ضرورت محسوس ہوئی کہ اپنی ہی حرام ٹھہرائی ہوئی بعض چیزوں کو جائز قرار دے تو اس کے لئے اس نے جھٹ "ایک اصول" گھڑ دیا کہ دین میں جو چیزیں حرام قرار دی گئی ہیں وہ دو قسم کی ہیں۔ ایک تو وہ ہیں جن کی حرمت ابدی اور قطعی ہے، ان کی حرمت کسی حالت میں حلت سے نہیں بدل سکتی دوسری وہ ہیں جن کی حرمت شدید ضرورت کی حالت میں حلت سے تبدیل ہو جایا کرتی ہے۔

(مقالہ اصلاحی ج ۱ ص ۲۲۷۔ ۲۲۸ مطبوعہ لاہور ۱۹۹۱ء)

سو جناب جماعت اسلامی نے جس طرح "حرمتوں کے ابدی و غیر ابدی، ہونے کا اصول گھڑا اسی طرح بہت سے حضرات اور جماعتیں اپنے مقاصد کے لئے اصول وضع کرتی اور گھڑتی ہیں جن میں سے "خلافت راشدہ موعودہ" کا اصول بھی ہمارے سامنے آیا اور عادلانہ و صالحانہ حکومت کا باب پیغمبر اسلام کے تیس سال بعد بند کر دیا گیا، اس اصول کے لئے سہارا لیا آیت استخلاف کا، ورنہ کہنے والے کہہ سکتے ہیں کہ اس آیت میں "خوف کو امن" سے بدل دینے کی جو بات ہے وہ تو حضرت الامام سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں بھی عنقا ہے۔ شاید اس کا کوئی جواب نہ ہو۔ اس لئے ہماری گزارش ہے کہ نئے نئے اصول وضع کرنے کے بجائے قرآن کریم کو اس کے آفاقی اور دائمی تناظر میں دیکھا جائے اور یہ یقین رکھا جائے کہ اس کے اصول دائمی ہیں، اس کی تعلیمات قیامت تک کے لئے ہیں۔ آج بھی کوئی اس کی تعلیم کو کماحقہ اپنائے گا تو وہی نتائج مرتب ہوں گے جو کل ہوئے۔۔ گویا

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

سب سے پہلے آیت اور اس کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

جو لوگ تم میں ایمان لائے ہیں اور ان کے عمل بھی اچھے ہیں ان سے اللہ کا وعدہ ہوا کہ زمین کی خلافت انہیں عطا فرمائے گا۔ اس طرح جس طرح ان لوگوں کو دے چکا ہے جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں۔ نیز ایسا بھی ضرور ہونے والا ہے کہ ان کے دین کو کہ ان کے لئے پسند کر لیا گیا ہے، ان کے لئے ہمارے اور خوف و خطر کی زندگی کو امن و امان کی زندگی سے بدل دے وہ (بے خوف و خطر) میری بندگی میں لگے رہیں گے۔ اور میرے ساتھ کسی ہستی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے، پھر جو کوئی اس کے بعد بھی ناشکری کرے تو ایسے ہی لوگ ہیں جو نافرمان ہوں گے۔ (سورہ نور آیت ۵۵) ترجمہ مولانا ابوالکلام آزاد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ترجمان القرآن ج:۴ ص ۹۹۲-۹۹۳ مطبوعہ دھلی ۱۹۸۹ء ساہیتہ ایڈیشن)

یہی بات یہ ہے کہ قرآن اپنی اصولی تعلیم کے لحاظ سے بہت صاف بات کہتا ہے اور اس کا نقطہ نظر بڑا واضح ہوتا ہے اس نے واضح کردیا کہ ایک صحیح حکومت کے لئے بنیادی شرط ایمان اور عمل صالح ہے۔ یہ شرائط جب اور جہاں متحقق ہوں گی وہاں مسلمانوں کو ایسی حکومت میسر آجائے گی کہ ان کا دین اس معاشرہ میں جم جائے گا۔ (قائم ہو جائے گا) اور ان کی زندگیوں میں خوف وخطر کے بجائے امن ہوگا اور وہ پورے اطمینان و امن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی، فرائض عبودیت کی ادائیگی اور مخلوق کی خدمت میں لگے رہیں گے۔ یہ شرائط متحقق نہ ہوں گی تو حکومتیں پھر بھی ہوں گی اب بھی ہیں۔ لگ بھگ ۵۰ تو مسلمانوں کی ہیں۔۔ لیکن ایسی کہ ان کا ہونا نہ ہونا برابر ہے کہ ان حکومتوں کی حدود میں نہ دین کا جماؤ ہے۔ نہ امن و اطمینان کی فضا ہے اور نہ ہی فرائض عبودیت کی ادائیگی اور مخلوق کی خدمت ہے۔

ماضی قریب کے ایک نامور سلفی عالم، بلند پایہ محقق و مصنف مولانا محمد حنیف ندوی مرحوم فرماتے ہیں

> دین کے معنی اسلامی نقطہ نگاہ سے کامیابی کے کامل پروگرام کے ہیں۔ اس لئے جو لوگ صحیح معنوں میں مومن ہوں گے اور ان کے اعمال اللہ تعالیٰ کے تجویز کردہ پروگرام کے ماتحت ہوں گے ان کا دنیا و آخرت میں کامیاب ہونا یقینی اور حتمی ہے۔ اس آیت میں قرآن نے اسی اصول کی جانب رہنمائی فرمائی ہے۔ جب تک اسلام کی پوری پابندی کرتے رہیں اس وقت تک دنیا کی قیادت کریں۔ سب سے بلند رہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ساری کائنات پر حکومت کریں۔
>
> (تفسیر سراج البیان پارہ نمبر ۱۸ ص ۸۵۴ (مسلسل) مطبوعہ لاہور)

ماضی قریب ہی کے ایک خادم دین علم الاستاذ محمد محمود حجازی استاذ کلیہ اصول الدین جامعۃ الازہر مصر کی "التفسیر الواضح" کے نام سے ایک نہایت درجہ جامع اور مختصر تفسیر ہے جس میں اس آیت پر "دولۃ المومنین" (مسلمانوں کی حکومت) کا عنوان قائم کرکے لکھا گیا (ترجمہ پر اکتفا کیا جاتا ہے)

> اللہ تعالیٰ کا ان لوگوں سے وعدہ ہے جو ایمان اور عمل صالح کی دولت سے مالامال ہیں کہ وہ انہیں یقیناً اپنی زمین میں حکومت سونپے گا۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ حتمی اور ان کا ارشاد سچا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ میں ایمان اور عمل صالح کی شرط لگائی اور یہ واضح ہے کہ مشروط کا تحقق شرط سے ہونا ہے اور شرط نہ ہو تو مشروط کا پورا ہونے کا سوال نہیں۔۔۔
>
> "ولا یزال ھذا شان کل امۃ مسلمۃ" اس ساری امت کی ہمیشہ ہی یہی حالت رہے گی کہ جب اس کا اللہ تعالیٰ پر ایمان رہے گا اور جن اعمال کے کرنے کا حکم ہے انہیں یہ بجا لاتی رہے گی اور معاصی سے اجتناب کرے گی۔ عدل قائم کرے گی اور حکومت کی اس شکل کا اہتمام کرے گی جس کی تصویر اللہ تعالیٰ نے کھینچی اور اپنی اجتماعیت کو قائم رکھے گی (تو تاریخ کے ہر دور میں یہی نتیجہ مرتب ہوگا)۔۔۔
>
> اور بلاشبہ یہ وعدہ اللہ تعالیٰ کا ان مسلمانوں سے ہے جن کا ایمان عمیق و مستحکم ہوگا اور جن کے اعمال خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہوں گے [illegible] غل و غش [illegible] اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مشغول ہوں گے جس کا اظہار "ایاک نعبد وایاک نستعین" میں ہے۔

(جزو ۱۸ ص ۸۵ مطبوعہ قاہرہ ۱۹۷۹/۱۳۹۹)

دور حاضر ہی کے ایک صاحب علم و تقویٰ بزرگ الشیخ محمد علی الصابونی استاذ کلیۃ الشریعہ جامعۃ ام القری مکہ مکرمہ اپنی نہایت درجہ قیمتی تفسیر "صفوۃ التفاسیر" میں رقم طراز ہیں۔

یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ان لوگوں سے ہے جنھوں نے محض ایمان پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ ساتھ عمل صالح کا بھی بھرپور اہتمام کیا۔ ان سے وعدہ ہے کہ انہیں زمین کی میراث عطا کی جائے گی اور انہیں اس طرح کی حکومت میسر آئے گی کہ وہ مکمل طریق سے تصرف کرسکیں گے اور یاد رہے کہ یہ وعدہ انتہائی سچا اور واضح وعدہ ہے۔ مشرق و مغرب کی فتوحات سے پہلے بھی اس کا اظہار ہو چکا اور حدیث میں اس امت کے لئے وہ بشارت اب بھی موجود ہے کہ "بلاشبہ میرے لئے زمین سمیٹ دی گئی میں نے اس کے مشرقی و مغربی کناروں کو دیکھا اور یقیناً میری امت کی حکومت وہاں تک پہنچے گی جہاں تک زمین سمٹ کر مجھے دکھلائی گئی"

جزو ۱۸ ص ۲۸-۲۹

مطبوعہ بیروت ۱۴۰۱/۱۹۸۱ء

تفسیر نسفی، ہمارے ملی لٹریچر کا عظیم سرمایہ ہے اس کے فاضل مؤلف لکھتے ہیں۔

کہا گیا ہے کہ یہ وعدہ نبی علیہ السلام اور ان کے رفقا سے ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے یہ وعدہ محض مہاجرین سے ہے جبکہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ وعدہ عام ہے جس میں فرمایا گیا "دنیا میں جہاں جہاں رات کی تاریکی پہنچتی ہے وہاں تک اللہ تعالیٰ کا یہ دین بھی پہنچے گا" (ج ۳ ص ۱۱۶ مطبوعہ مصر)

آیت کریمہ کے آخری ٹکڑے "ومن کفر بعد ذالک فاؤلئک ھم الفاسقون" کے ضمن میں صاحب تفسیر نسفی نے لکھا کہ

اللہ تعالیٰ کی اس عظیم نعمت (حکومت عادلہ صالحہ راشدہ) کی ناشکری اور ناقدری کی اور سب سے پہلے کفرو فسق کا راستہ اختیار کیا وہ لوگ ہیں جنھوں نے سیدنا و مخدومنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے خلیفہ راشد و عادل اور محسن امت کو مظلومانہ انداز سے شہید کیا (ایضاً ص ۱۱۷)

علامہ زمخشری کی تفسیر "الکشاف" عربی زبان و ادب کے حوالہ سے جس اہمیت کی حامل ہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔ اس تفسیر کے ذریعہ قرآنی زبان و ادب کا ستھرا ذوق پیدا ہوتا ہے اور قرآنی بلاغت کے اسرار و رموز سامنے آتے ہیں۔ اس تفسیر میں حضرات خلفاء راشدین کی خلافت و حکومت کے ضمن میں سوال اٹھایا گیا کہ آیا اس آیت میں ان کے لئے کوئی دلیل ہے اس کا جواب دیا گیا کہ

"ان حضرات کے لئے بڑی واضح اور ظاہر دلیل ہے کیونکہ ایمان و اعمال صالحہ کی دولت بے کراں سے سرشار، نبی علیہ السلام کے بعد حکومت کرنے والے سب سے بڑھ کر وہی تو ہیں (ج ۳ ص ۴ مطبوعہ بیروت)

© rasailojaraid.com

یہ بات بڑی اہم اور واضح ہے کہ اگر اصحاب ایمان و اعمال صالحہ کے سب سے بڑھ کر کسی جماعت و

© rasailojaraid.com

طبقہ کا مقام ہے تو وہ بلاشبہ حضرات صحابہ کرام کی پاکباز جماعت ہے جن میں کسی ادنیٰ سے ادنیٰ درجہ کے فرد کے مقابل ساری دنیا کے ارباب علم و فضل اور اصحاب صلاح و تقویٰ پانی بھرتے نظر آئیں گے کہ انہیں حضرت رسالت مآب سلام اللہ تعالیٰ علیہ وصلاتہ کی زیارت و معیت کا جو شرف حاصل ہوا وہ بعد والوں کو کہاں ملا؟

تاہم آیت کے ضمن میں ابتدائی گفتگو سے جو اشارات سامنے آئے ہیں وہ اس بات کے غماز ہیں کہ یہ وعدہ ساری امت کے لئے ہے لیکن امت کے ان افراد کے لئے جو ایمان و یقین کی حقیقی روح سے سرشار ہوں گے اور جو رسمی اور زبانی نہیں فی الواقع اعمال صالحہ کی دولت سے مالامال ہوں گے (ص ۴۷)

اور یہ بات بھی اپنی جگہ واضح ہے کیونکہ سوال محض حکومت و سلطنت کا نہیں وہ تو دنیا میں جب بھی اور اب بھی بہت سے غیر مسلموں کو بھی حاصل تھی اور ہے۔ اس طرح بہت ہے "برعکس نہند نام زنگی کافور" کے مصداق مسلمان حکمران بھی ہمارے سامنے ہیں جن کے اعمال ملت کی بدنامی کا سبب تو ہیں اور کچھ نہیں، خاص طور پر اپنے ملک کے حوالہ سے یہاں کے قائد اعظم سے لے کر موجودہ شیر پاکستان تک سبھی کا معاملہ ایسا ہے کہ سچ کہو تو ضم ہری ہری کرے، جہاں نہ ایمان کامل ہو نہ اعمال صالحہ، وہاں ایک عادلہ، صالحہ اور راشدہ خلافت کا کیا کام؟ اور اس پر مرتب ہونے والے نتائج کا کیا سوال؟

اب آئیں اس تفسیر کی طرف، جو "التفسیر الکبیر" کے نام سے معروف ہے اور حضرت الامام فخرالدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ کی سالوں کی کاوش کا بہترین ثمرہ۔

حضرت الامام نے اپنے خاص ذوق کے مطابق آیت مبارکہ سے ثابت ہونے والے مسائل و نکات کو واضح کیا اور ہمارے محترم قاضی مظہر حسین صاحب اور ان کے ذوق و مسلک سے تعلق رکھنے والے حضرات جن کی زبانیں اور قلم سیدنا الامام علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر آکر رک جاتے ہیں ان حضرات کے قافلہ میں حالیہ ایام میں کھل کر شامل ہونے والے ہمارے محترم بزرگ سید انور حسین نفیس رقم زید مجدھم ہیں، جنہوں نے ہمارے دوست قاری قیام الدین صاحب خطیب پنڈ دادن خان کی کتاب "سیدنا امیر معاویہ" کے مقدمہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بڑے اہتمام سے "خاتم الخلفاء الراشدین" لکھا) ان کے لئے امام کا یہ ارشاد بطور خاص توجہ طلب ہے کہ

> "معلوم ہونا چاہیئے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد خلافت ان اوصاف کے ساتھ جن کا ذکر ہے، حضرات ابوبکر، عمر، عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں نظر آتی ہے کہ ان تین بزرگوں کے ادوار میں بڑی بڑی فتوحات حاصل ہوئیں۔ مسلمانوں کو زمین میں حقیقی قوت میسر آئی، دین کا غلبہ ہوا اور ہر طرف امن کی فضا سامنے آئی۔ جبکہ سیدنا علی کے دور سعادت میں ایسا نہ تھا کیونکہ کفار سے جہاد کے بجائے وہ اہل صلاۃ و قبلہ سے حالت جنگ میں رہے الخ
>
> (ج ۲۴ ص ۲۵ مطبوعہ ایران)

آگے چل کر امام فرماتے ہیں۔

> "بلاشبہ استخلاف و خلافت ان معنی میں تمام مخلوق کو حاصل ہے کیونکہ اس کا آیت میں ذکر فی الحقیقت ایک طرح کی بشارت ہے (گویا جب اور جہاں ایمان و اعمال صالحہ کی شرط کما حقہ پوری ہوگی اس طرح

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے نتائج مرتب ہوں گے) (ایضاً)

صدیوں سے ہمارے مدارس میں زیر تدریس مختصر تفسیر جلالین کے نام سے ہر طالب علم واقف ہے اس میں بڑے اختصار کے ساتھ جو نقطہ نظر سامنے آتا ہے وہ کچھ اس طرح کا ہے کہ مطلقاً مسلمانوں کا کافروں کی جگہ برسر اقتدار آنا اس وعدہ کا تقاضہ ہے۔ ہر وہ دور جس میں اسلام بہ حیثیت مجموعی ظاہر و غالب ہو اور مسلمانوں کی حدود مملکت میں وسعت ہو وہ سب اس وعدہ میں شامل ہے اور انہوں نے یہ بھی واضح کیا کہ آیت کے آخر میں اس نعمت کے کفران و ناشکری کرنے والے جن افراد کو "فاسق" سمجھا گیا ان کا ولین مصداق وہ لوگ ہیں جنھوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا۔ اس حادثہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو آپس میں بھائی بھائی تھے وہ آپس میں الجھ پڑے (ص ۴۲۲، مطبوعہ لبنان ۱۴۰۲ھ)

اب ہم آتے ہیں ایک صوفی بزرگ خواجہ عبداللہ انصاری قدس سرہ کی اس عظیم تفسیری کاوش کی طرف جو فارسی زبان میں "کشف الاسرار وعدۃ الابرار" کے نام سے متعدد جلدوں میں شائع ہو چکی ہے اس تفسیر میں خواجہ مرحوم کے قلم سے عجیب عجیب نکات سامنے آتے ہیں اور طالبان علم ان سے اپنے دامن بھرتے ہیں۔ اس تفسیر میں خواجہ اقدس فرماتے ہیں۔

> ممکن ہے کہ اس وعدہ سے مراد زمین مکہ کی فتح ہو اور یہ بھی بالکل صحیح ہے کہ آیت مبارکہ کا مصداق ساری زمین کے وہ دیار و ممالک ہوں جہاں اللہ تعالیٰ کو اسلام کا پہنچانا مقصود تھا اور کفر و شرک کا زوال جہاں سے ہونا تھا، اس کی تائید اس مشہور آیت سے بھی ہوتی ہے جس میں "تمام ادیان پر دین اسلام کے غالب آنے کا تذکرہ ہے اور مزید اس کی دلیل پیغمبر خاتم و معصوم آخر صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد ہے جس میں فرمایا گیا کہ "اللہ تعالیٰ کی زمین پر کوئی کچا اور پکا مکان اور خیمہ ایسا نہ ہوگا جہاں اللہ تعالیٰ کا دین داخل نہ ہو، کچھ تو خوش دلی سے قبول کر کے عزت پالیں گے کچھ دین اسلام کے سامنے ویسے ہی دم توڑ دیں گے اور انہیں اس کا بہر حال غلبہ ماننا پڑے گا (ج ۶ ص ۵۵۹ مطبوعہ تہران ۱۳۹۱ھ)

اور ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں۔

> آیت میں ان ائمہ کی طرف اشارہ ہے جو ملت کے سرکردہ افراد اور اسلام کے لئے بمنزلہ رہنماؤں کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ناصح یہ حضرات تین قسم کے ہیں۔ علماً و فقہاً جن کی طرف عبادات و معاملات کے شرعی احکام معلوم کرنے کے لئے رجوع کیا جاتا ہے ایک قسم اھل معرفہ اور اصحاب حقائق کی ہے اور تیسری قسم مخصوص ترین حضرات میں سے بھی اھل اختصاص کی ہے یعنی مقربین بارگاہ الست"
>
> (ج ۶ ص ۵۷۳-۵۷۴)

چونکہ ہم نے ابتدا میں عرض کیا کہ حضرت خواجہ عبداللہ انصاری قدس سرہ ایک باکمال صوفی اور صاحب معرفت بزرگ ہیں اس لئے دوسرے اقتباس میں ان کا وہ خاص ذوق نظر آتا ہے۔ بہر حال یہ ایسی بات نہیں جسے ایسے ہی نظر انداز کر دیا جائے۔ قرآن کریم کے بعض دوسرے مقامات سے بھی اس قسم کے اشارات سامنے آتے ہیں مثلاً سورۃ نسآ کی آیت ۵۹ جس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی غیر مشروط اطاعت کے ساتھ "اولی الامر منکم" کی مشروط

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اطاعت کا حکم ہے۔ اس میں "اولی الامر منکم" سے "ولاۃ" (ارباب اختیار و اقتدار) کے ساتھ حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کی بعض قد آور شخصیات نے "علماً و فقہاً اور اصحاب اجتہاد کو بھی مراد لیا" اسی طرح آیت استخلاف میں حضرت خواجہ نے علما اہل معرفہ اور ان میں سے بھی خصوصی حضرات کا جو ذکر کیا، تو اس کی بھی ایک اہمیت ہے اور سچ پوچھیں تو حکومت عادلہ صالحہ صادقہ راشدہ کے لئے ایسے ہی حضرات کار آمد ہوتے ہیں جو علم و معرفت کی بلندیوں پر فائز ہوں۔ دیکھیں بنی اسرائیل کے ایک طبقہ نے پیغمبر وقت سے "ملک" کی درخواست کی جس کی قیادت میں جہاد کا فریضہ ادا کیا جاسکے تو اللہ تعالی نے جناب طالوت کو تجویز کیا جو بنی اسرائیل کے نک چڑھے سرداروں کے مقابلہ میں معاشی اعتبار سے کم درجہ کے آدمی تھے لیکن اللہ تعالی نے فرمایا کہ انہیں علم و جسم کے اعتبار سے امتیازی مقام میسر ہے (البقرہ:۲۴۷) اس مقام کی وضاحت صاحب جلالین نے کی وہ اس وقت بنی اسرائیل میں سب سے بڑھ کر صاحب علم، جوان رعنا، مضبوط جسم کے مالک اور حسن تخلیق کا شاہکار تھے (ص ۵۴)

ہمارے تفسیری سرمایہ میں تفسیر ابن کثیر کو بڑا امتیازی مقام حاصل ہے کہ اس کے مؤلف ہمہ صفت موصوف بزرگ ہیں، مفسر، محدث، سیرت نگار، مورخ اور بہت سے علوم کے جامع، ان کی تفسیر کا خصوصی تعارف یہ ہے کہ یہ اس ذات اقدس ﷺ کے ارشادات آیات قرآنی کی تفسیر و توضیح میں سب سے بڑھ کر نقل کرتے ہیں، جس پر قرآن اترا، ساتھ ہی اقوال صحابہ کرام کو بہت اہتمام سے ذکر کرتے ہیں ان کا کہنا ہے۔

یہ اللہ تعالی کا اپنے رسول سے وعدہ ہے کہ رب العزت "ان کی امت" کو "خلفاء الارض" بنائے گا یعنی لوگوں کا امام اور ان پر حکمران۔" (ساری امت سے وعدہ "خاص طور پر غور طلب ہے)

(ج ۳ ص ۳۰ مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳/۱۹/۳)

اور حضرت قاضی صاحب اور ان کے ہم ذوق حضرات کے لئے ان کا یہ ارشاد بھی غور طلب ہے کہ اس وعدہ کے ایفا کی انتہائی شکل سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور حکومت تک ہو گئی کہ معلوم دنیا کا غالب حصہ فتح ہو گیا اور متمدن ترین حکومتیں زیر و زبر ہو گئیں مشرق و مغرب کے خزانے مدینہ میں پہنچ گئے اور مشرق و مغرب کے نامور حکمران معزول و مخذول ہو گئے (ص [illegible])

انہوں نے مزید صحیح بخاری کے حوالہ سے وہ حدیث نقل کی جس کا حوالہ ابھی خواجہ عبداللہ انصاری کے تفسیری نوٹس کے ضمن میں سامنے آیا اور اس سے یہی ثابت کیا کہ اس آیت میں امت کے ہر دور و ہر زمانہ اور ہر فرد کے لئے ایک بشارت و خوشخبری ہے (ص ۳۰۱)

اور پھر حضرت الامام مسلم رحمہ اللہ تعالی کی صحیح کے حوالہ سے بطور خاص قریش میں سے بارہ خلفاء کی روایت نقل کی اور یاد رہے کہ معروف حنفی محدث و فقیہ حضرت ملا علی القاری رحمہ اللہ تعالی کے بقول ان بارہ میں سیدنا ابوبکر، عمر، عثمان، علی اور معاویہ رضی اللہ تعالی عنہم کے ساتھ جناب امیر یزید، مروان، عبدالملک، ولید و سلیمان اور عمر بن عبدالعزیز وغیرہ شامل ہیں (تفصیل کے لئے دیکھیں مشکوۃ کی شرح مرقاۃ، اور ہم اپنی ایک تحریر مطبوعہ بطور مقدمہ کتاب "خلفاء راشدین حسن کردار و عمل" میں اس پر مفصل گفتگو کر چکے ہیں) اور اس تحریر کے آخر میں ہم "الجامع الاحکام القرآن" سے تفصیلی گفتگو نقل کر رہے ہیں، جو عام طور پر تفسیر قرطبی کے نام سے معروف و مشہور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے اس عظیم الشان تفسیری سرمایہ کی ترتیب کا سہرا حضرت ابو عبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ کے سر ہے اور جو ۱۹۶۵ء میں بیروت، لبنان سے شائع ہوئی۔ ہم نے حضرت الامام سید محمد انور شاہ کاشمیری قدس سرہ کے شاگرد رشید مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی زبانی سنا کہ

"جس عالم کے کتب خانہ میں تفسیر قرطبی نہیں اس کا نہ کتب خانہ مکمل ہے نہ اس کا علم"

واقعہ یہ ہے کہ اس تفسیر میں جو جامعیت ہے وہ اس کا امتیازی مقام ہے۔ آئیں دیکھیں کہ اس تفسیر کے فاضل مؤلف و مرتب اس معرکۃ الآرا آیت کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔

"روایت ہے کہ بعض صحابہ کرام نے نبی علیہ السلام کے حضور ان حالات کا ذکر کیا جن سے وہ دوچار تھے دشمن کی مسلسل ریشہ دوانیاں، خوف کی کیفیت اور یہ کہ انہیں مسلسل مسلح رہنا پڑتا ہے وہ اسلحہ اپنے جسم سے اتار نہیں سکتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی اور تسلی دی کہ جلد ہی حالات بدل جائیں گے"

آگے فرماتے ہیں۔

نبی علیہ السلام اور عرب کے رفقاً نزول وحی کے بعد ۱۳ برس مکہ معظمہ میں رہے۔ خوف و پریشانی کے عالم میں، اس دوران کبھی علانیہ اور اکثر خفیہ اپنے رب کی طرف دوسروں کو دعوت دیتے حتیٰ کہ ہجرت کا مرحلہ آیا اب بھی یہ حال تھا کہ صبح خوف تو شام کو مسلح ہو کر رات گزارنا ان کا مقدر تھا۔ ان حالات میں ایک صاحب نے عرض کیا۔۔۔ آقا۔ ہم پر وہ دور آئے گا کہ ہم امن کے حال میں ہوں گے، اسلحہ سے آزاد! آپ نے فرمایا ہاں کیوں نہیں، بس تھوڑے دنوں کی بات ہے پھر ایسا ہو گا کہ تم میں ایک شخص ایک بڑے مجمع میں اس طرح بیٹھے گا کہ اس کے پاس کوئی اسلحہ نہ ہو گا اس ضمن میں یہ آیت اتری۔ نبی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جزیرۃ العرب پر غلبہ عطا فرمایا، ہر وقت مسلح رہنے کا دور لد گیا۔ امن ہو گیا علماً کے بقول اس آیت میں رسالت مآب کی رسالت و نبوت کی عظیم الشان دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جیسے فرمایا اسی طرح اپنے وعدے کو پورا کیا (ص ۲۹۷ جلد ۲۲)

آگے فرماتے ہیں۔

علماً کے ایک بڑے طبقہ کی رائے ہے کہ یہ وعدہ ساری امت کے لئے ہے۔ (پھر انہوں نے زمین کو سمیٹے جانے کی وہ روایت بیان کی جس کا ذکر پہلے گذرا) جناب ابن عطیہ فرماتے ہیں "صحیح بات یہ ہے کہ آیت میں اصل اشارہ یہ ہے کہ اس میں تمام امت و جمہور کی حکومت مراد ہے" اور حضرت ابن العربی فرماتے ہیں۔ کہ ہماری رائے یہ ہے کہ یہ وعدہ نبوت اور خلافت کے حق میں عام ہے ساتھ ہی دعوت کی اقامت اور شریعت کے عموم کے حوالہ سے بھی یہی وعدہ ہے۔ چنانچہ ہر شخص کے حق میں یہ وعدہ اپنے اپنے انداز اور اپنے اپنے حالات کے حوالہ سے پورا ہوا حتیٰ کہ مفتی، قاضی، اور حکمران سبھی اس میں شامل ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمان ابتدا میں مغلوب تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں غالب کر دیا، پہلے وہ اس حال میں تھے کہ لوگ باہر [illegible] یہ آخری سٹیج ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جس سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو نوازا۔ (ایضاً ص ۲۹۸) چند سطر بعد ہے

پس صحیح بات یہ ہے کہ آیت کریمہ ساری امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کے حق میں عام ہے۔ کسی خاص طبقہ کے ساتھ خاص نہیں۔۔۔ "زمین میں حکومت کے وعدہ" سے بقول ابن العربی صحیح روایت کے مطابق عرب و عجم کے شہر اور ملک مراد ہیں (ایضاً ۲۹۹)

حرف آخر کے طور پر شیخ قرطبی نے حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ کی وہ روایت نقل کی جس کا حوالہ دوسری تفاسیر کے حوالہ سے پہلے بھی گزرا کہ کچے پکے مکان میں اسلام بہر طور داخل ہوگا اور فرمایا کہ

سیاست و اجتماعیت کے معروف امام علامہ ماوردی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کو بطور دلیل و حجت کے نقل کیا کہ "زمین کی حکومت سے مراد" عجم و عرب کے شہر ہیں (جو اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہر دور اور ہر زمانہ کے مسلمانوں کے لئے ہے۔ بشرطیکہ وہ اللہ تعالیٰ کے مطلوبہ معیار کے ایمان و اعمال صالحہ کے حامل ہوں گے) (ایضاً ص ۳۰۰)

قرآن کریم کی سورۃ نور کی آیت نمبر ۵۵ جیسا کہ عرض کیا گیا "آیت استخلاف" کے نام سے معروف ہے شیعہ حضرات نے اپنی کج فکری اور بے راہ روی کے پیش نظر اس کی جو تحریف کی اس پر حضرت امام اہلسنت مولانا عبدالشکور لکھنوی قدس سرہ کی تحریر اپنی مثال آپ ہے جس کا مطالعہ ہر صحیح الفطرت سنی کے لئے ضروری ہے بلکہ مولانا کے جتنے مضامین میسر آئیں ان کا مطالعہ مفید ثابت ہوگا۔ ہم نے دور حاضر کے ایسے بزرگوں کا تعاقب کرنا ضروری سمجھا جو اسلام جیسے ابدی اور ہمیشہ باقی رہنے والے دین کو ابتداء کے تیس سالوں میں محدود و مقید کر کے "خلافت راشدہ موعودہ" کی اصطلاح وضع کر کے ایک طرح کی تحریف کی جسارت فرماتے ہیں (اللہ تعالیٰ ایسی جسارتوں سے اپنی پناہ میں رکھے اور ان کا اور ہمارا انجام بخیر فرما کر اپنی کوتاہیوں اور غلطیوں کی اصطلاح اور سچی توبہ کی توفیق نصیب فرمائے) ہم نے تعاقب کرتے ہوئے بہت کم اپنی طرف سے کچھ عرض کیا، عرض کیا تو قدیم و جدید ذمہ دار مفسرین کے حوالہ سے، جن کے تفسیری ارشادات کو چیلنج کرنا بہرحال آسان نہیں۔ ہماری خواہش محض یہ ہے کہ من گھڑت اصطلاحات کا سہارا نہ لیا جائے اور نہ ہی مزعومہ خیالات کے لئے قرآنی آیات کو تختہ مشق بنایا جائے۔ اصولی بات جو قرآن نے کہی اسے اسی شکل میں مانا اور تسلیم کیا جائے اور اس پر ایمان رکھا جائے کہ پہلے ادوار میں جو حضرات قرآن و حدیث کے مطلوبہ ایمان و اعمال صالحہ کے حامل تھے اور جو آئندہ ہوں گے، اس آیت کا وعدہ ان سب سے ہے جیسا کہ ذمہ دار حضرات مفسرین نے تصریح کی۔ رہ گیا ابتدائی دور کے بزرگ صحابہ کرام کا معاملہ، تو ان کی عظمت بعد کے ہر شخص و طبقہ کے مقابلہ میں سب سے بڑھ کر ہے اور ان میں جو ترتیب ہے یعنی ابوبکر، عمر، عثمان، علی، حسن، معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اسی ترتیب سے ان کا مقام ہے اور اس ترتیبی مقام کا لحاظ بہر طور ضروری ہے کہ فرق مراتب نہ کرنا بھی زندیقی ہے۔ اسی لئے حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ تعالیٰ نے مولانا ظفر علی خان مرحوم کے معروف شعر

ہیں کرنیں ایک ہی مشعل کی بوبکر و عمر، عثمان و علی
ہم مرتبہ ہیں یاران نبی کچھ فرق نہیں ان چاروں میں

ہم مرتبہ ہیں کی اصطلاح "ہم [illegible] نہیں

© rasailojaraid.com